بحث و نظر

سلسلہ نمبر 2

جناب مفتی مختار اللہ جہانگیروی حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اختلافِ مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کی تحقیق

(قسط نمبر 3)

(۶) عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی رسول اللہ ﷺ فقال انی رأیت الهلال یعنی رمضان فقال أتشهد ان لااله الاالله قال نعم قال أتشهدان محمداً رسول الله قال نعم قال قم یا بلال فأذن فی الناس فلیصوموا غداً" (المحلی ۳/ ۵۳۷)

(عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے چاند دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا یہ شہادت دیتے ہو کہ اللہ ایک ہے وہی عبادت کے لائق ہیں۔ اعرابی نے کہا ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ بیشک محمد ﷺ اللہ کا رسول ہے۔ اعرابی نے کہا ہاں، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال! لوگوں میں اعلان کرو کہ کل روزہ رکھیں)۔

(۷) حسین بن الحارث الجدلی...... ان امیر مکة هوالحارث بن حاطب... خطب فقال عهدالینا رسول الله ﷺ ان ننسک لرؤیته فان لم نره وشهداعدل نسکنا بشهادتهما (المحلی ۳/ ۵۳۸) (ترجمہ: حسین بن حارث الجدلی کہتے ہیں کہ مکہ کے گورنر حارث بن حاطبؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم چاند کی رؤیت پر حج کریں اور اگر ہم نے چاند نہیں دیکھا اور دو عادل گواہوں نے گواہی دی تو ہم انکی گواہی پر حج کرینگے)۔ مذکورہ روایت سے استدلال کو سمجھنے کیلئے چند باتیں ذھن نشین رکھنی چاہئیں:

(۱) تمام امت کا اجماع ہے کہ حج میں عرفہ کا ایک ہی دن ہے۔ (۲) اگر اس دن عرفہ کو حاجی نہ گیا تو اس کا حج نہ ہوگا۔ (۳) اور عرفہ کے دن جس وقت بھی حاجی عرفات کے میدان میں داخل ہو جائے اگرچہ ایک لمحہ کیلئے کیوں نہ ہو اس کا حج ادا ہوگا۔ اب جب عرفہ کا دن ایک ہے اسی طرح

اس دن حاجی کا وہاں جانا ضروری ہے اگرچہ پورے دن میں ایک لمحہ کیلئے ہو تو حج ادا ہو جائے گا، تو آج کے اس برق رفتار دور میں اگر کوئی عرفہ کے دن صبح جہاز میں سوار ہو کر دوپہر کو عرفات پہنچ جائے تو حج ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ ہمارا عرفہ آج نہیں بلکہ کل ہے اور رات کو روانہ ہو کر کل عرفات پہنچ جائے تو سب کے نزدیک حج ادا نہ ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ جملہ مسلمانوں کا عرفہ کا دن ایک ہے اور اس کا تعلق بھی رؤیت ھلال سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، ورنہ پھر ہر اقلیم کے لئے اپنا اپنا عرفہ ہوگا اور انکا حج اسی دن ادا ہوگا۔ اس لئے آپ ﷺ کا ارشاد کہ مناسک حج رؤیت ہلال سے شروع کرو اگر سب نے نہ دیکھا تو دو ثقہ آدمیوں کی رؤیت کی شہادت سب کیلئے کافی ہے۔ جسکو امیر مکہ حارث بن حاطب نے خطبہ میں پیش کیا۔

(۸) عن ابن عمر قال، قال رسول الله ﷺ انا امة امية لانكتب ولا نحسب، الخ

(آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک ہم انپڑھ امت ہیں ہم نہ کتابت جانتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں)

(صحیح البخاری ۱/)۔ اس روایت کو بھی اگر غور سے دیکھا جائے اور اسمیں غور کیا جائے تو اس سے بھی یہی متفقہ مسئلہ ثابت ہوگا اسلئے کہ اختلاف مطالع کے اعتبار کرنے میں اسکی تحدید کیلئے علم ھئیت کے دقائق اور اسکے مشکل حسابات کا علم رکھنا ہوگا جسکا شریعت نے ہمیں مکلف نہیں بنایا ہے۔

علامہ ظفر احمد عثمانی ؒ فرماتے ہیں: "واعلم ان دليل من لم يقل باعتبار اختلاف المطالع قول عليه السلام انا امة امية لانكتب ولانحسب متفق عليه مشكوة ۱۶۶/۱ فان اعتباره يتوقف على دقائق الهيئة والحساب التي لانكلف بها فاعتباره يتلزم التكليف بها وهو منتف بالحديث فينفى الملزوم" (اعلاء السنن ۹/ ۱۰۳)۔ (ترجمہ: جان لو بیشک جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے ان کی دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان: بیشک ہم ایسی امت ہیں کہ ہم نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں (متفق علیہ مشکوۃ) بیشک اختلاف مطالع کا اعتبار علم ہئیت اور علم حساب کے دقائق پر موقوف ہے اور ہم اس کے مکلف نہیں، پس اعتبار دینے میں اس سے تکلیف کا استلزام ہے جو حدیث شریف سے نفی (ختم) ہو چکی ہے۔ پس ملزوم (اختلاف مطالع کا اعتبار) بھی ختم ہوا۔

علامہ عثمانیؒ کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ اعتبار اختلاف مطالع میں علم ہیئت کے دقائق اور حساب کا علم رکھنا ہوگا اسکی تحدید اسی پر موقوف ہے تو جب شریعت مقدسہ نے ہمیں اس کا مکلّف نہیں کیا تو لازم کی نفی سے ملزوم جو اعتبار اختلاف مطالع ہے وہ بھی ختم ہوا۔ اسی طرح مولانا محمد ادریس کاندہلویؒ کی تشریح حدیث بھی کچھ اس طرف میلان رکھتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "قوله لانكتب ولانحسب ان العمل بالحساب على مايتعارفه المنجمون ويتعارفونه ليس مما تعهدنا ولا امرنا اذليس ذلك من هدينا وسمتنا فى شئى" (تعلیق الصبیح ۲/۳۷۷) (ترجمہ: آپؐ کا فرمان ہے: ولانکتب الخ بیشک حساب پر عمل ہے جو اہل نجوم کے ہاں متعارف ہے اور ہمیں اسکا مکلّف نہیں بنایا گیا اور نہ ہمیں حکم ہوا ہے اور نہ یہ ہماری شریعت اور مسلک میں کوئی حیثیت رکھتا ہے)۔ اور ظاہر بات ہے کہ آجکل کے جدید حسابات جو کمپیوٹر وغیرہ جدید الات کے ذریعے کیے جاتے ہیں شریعت میں اسکا حکم نہیں ہوا اسکے مکلّف بنانے میں تکلیف مالایطاق کا سامنا ہوتا ہے جو شرعاً مذموم ہے جبکہ اختلاف مطالع کا اعتبار اسی حسابات پر موقوف ہے، اسلئے حدیث مذکورہ اور تشریحات محدثین اسکے عدم اعتبار کی طرف مشیر ہیں۔

(۹) عن الحارث عن على اذاشهدرجلان على رؤية الهلال افطروا" (المحلی ۳/۵۳۸) (ترجمہ: حضرت حارثؒ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا کہ جب دو گواہ چاند دیکھنے کی گواہی دے دیں تو تم افطار کرو)۔ حضرت علیؓ کا فرمان بھی عدم اعتبار کی طرف نشاندہی کرتا ہے اس لیے کہ آپ نے فرمایا کہ جب بھی دو آدمی چاند کی رؤیت دیکھنے کی شہادت دیں تو تم یعنی اے مسلمانوں افطار یعنی عید کرو۔

(۱۰) ان منقولی دلائل کے علاوہ جمہور علماء اس کو قیاس سے بھی ثابت کرتے ہیں کہ بلاد قریبہ میں تو ایک رؤیت سب کیلئے کافی ہے تو اسی طرح بلاد بعیدہ میں بھی وہی رؤیت کافی ہے۔ چنانچہ شیخ وھبہ الزحیلی فرماتے ہیں: "واما القياس: فانهم قاسواالبلدان البعيده على المدن القريبة من بلدالرؤية اذلافرق والتفرقة تحكم لاتعتمد على دليل" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/۶۰۹)

(ترجمہ: دلیل قیاسی، بیشک جمہور نے بلاد بعیدہ کو بلاد قریبہ پر باعتبار رؤیت کے قیاس کیا ہے، اس میں کوئی فرق نہیں، تفرقہ کا فیصلہ اس دلیل پر ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے)۔

خلاصہ: ان دلائل کے پیش نظر جمہور فقہاء کرام و محدثین عظام اختلاف مطالع کو اعتبار نہیں دیتے بلکہ ایک جگہ کی رؤیت دوسرے مقامات (قریب ہوں یا بعید) کے لئے معتبر اور حجت مانتے ہیں اس میں مسلمانوں کی اجتماعی شکل وصورت سامنے آئے گی جسکی طرف اسلام داعی ہے۔

عدم اعتبار کے دلائل: گذشتہ صفحات میں جمہور علماء وفقہاء کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔ اب باقی دو نظریوں (۱) جو ہر شہر کیلئے اپنی اپنی رؤیت ضروری سمجھتے ہیں (۲) جو بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کو معتبر مانتے ہیں) کے دلائل ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان حضرات کا سب سے بڑا مستدل حدیث کریبؓ ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عباس نے انکی شہادت کو رد فرما کر اس پر عمل نہ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: "عن کریب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الی معاویة بالشام قال فقدمت الشام قضیتُ حاجتها واستهل علی رمضان وانا بالشام فرأیتُ الهلال لیلة الجمعة ثم قدمتُ المدینة فی اخرالشهرفسالنی عبدالله بن عباس ثم ذکرالهلال فقال متی رأیتم الهلال فقلتُ رایناه لیلة الجمعة فقال انت رأیته فقلتُ نعم وراه الناس وصاموا وصام معاویة فقال لکنا ایناه لیلة السبت فلانزال نصوم حتی نکمل ثلثین اونراه فقلت اولا تکتفی برویة معاویة وصیامه فقال لاهکذا امرنارسولُ اللهﷺ" (الصحیح المسلم ۱/۳۴۸)۔ (ترجمہ: حضرت کریبؓ سے روایت ہے کہ ام الفضل بنت الحارث نے انہیں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس ملک شام بھیجا۔ حضرت کریبؓ فرماتے ہیں کہ میں شام پہنچا اور ان کا کام کرلیا اور میں وہیں تھا کہ رمضان کا چاند رونما ہوا، میں نے خود جمعہ کی شب چاند دیکھا۔ پھر رمضان کے آخر میں میں مدینہ طیبہ آیا تو مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس نے دریافت کیا اور چاند کا ذکر کیا اور کہا کہ تم نے رمضان کا چاند کب دیکھا؟ تو میں نے کہا کہ ہم نے جمعہ کی شب میں دیکھا۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ نے خود دیکھا بھی جمعہ کی شب کو؟ تو میں نے کہا ہاں (میرے علاوہ) اور بھی

بہت سے لوگوں نے دیکھا اور سب نے روزہ رکھا۔ حضرت معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا مگر ہم نے تو چاند ہفتہ کی شب میں دیکھا ہے اس لئے ہم لوگ اس وقت تک روزے رکھیں گے جب تک تیس روزے پورے نہ ہو جائیں یا چاند دیکھ لیں تو میں نے کہا کہ کیا آپ حضرت معاویہؓ کے چاند دیکھنے اور روزہ رکھنے کو اپنے لیے کافی (دلیل) نہیں سمجھتے۔ انہوں نے فرمایا نہیں ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ علامہ قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں: "وحجة اهل هذه الاقوال حديث كريبؓ هذا وجه الاحتجاج به أن ابن عباس لم يعمل برؤية اهل الشام وقال في اخرالحديث هكذا امرنا رسول الله ﷺ فدل ذلک على أنه قدحفظ من رسول الله ﷺ انه لايلزم اهل بلدالعمل برؤية اهل بلد آخر" (نیل الاوطار ۴/ ۲۰۶)

ترجمہ: "ان اقوال کے قائلین کی حجت حدیث کریبؓ ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ نے اہل شام کی رؤیت پر عمل نہ کیا اور آخر میں فرمایا کہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے (یہ جملہ) اس بات پر دال ہے کہ بیشک انہوں نے رسول کریم ﷺ سے اس بات کو حفظ کیا ہے کہ ایک شہر کیلئے دوسرے شہر کی رؤیت پر عمل کرنا لازم نہیں"۔ اور یہی ظاہری حدیث سے پتہ چلتا ہے۔

الجواب: مگر ظاہری عبارت سے ہٹ کر ذرا غور اور نظر عمیق سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں، اس لئے کہ یہ حدیث کئی وجوہ سے مؤول ہے۔ اور علماء امت نے اس کے کئی جوابات دیے ہیں۔

(۱)۔ چنانچہ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں:

"واعلم ان الحجة انما هي في المرفوع من رواية ابن عباس لافي اجتهاده الذي فهم عنه الناس والمشاراليه بقول هكذا امرنارسول الله ﷺ هوقول فلانزل نصوم حتى نكمل ثلاثين والأمرالكائن من رسول الله ﷺ هوماأخرجه الشيخان وغيرهما بلفظ لاتصوموا حتى تروا الهلال ولاتفطروا حتى تروه فان

ثم عدتکم فاکملوا العدة ثلاثین ، وهذا لا یختص بأهل ناحیة علی جهة الانفراد بل هو خطاب لکل من یصلح له من المسلمین ، فالاستدلال به علی لزوم رؤیة اهل بلد لغیرهم من اهل البلاد اظهر من الاستدلال به علی عدم اللزوم لأنه اذا رآه اهل بلد فقد رآه المسلمون فیلزم غیرهم ما لزمهم" (نیل الاوطار ۴: ۲۰۶)

ترجمہ "یہاں تو بیشک حجت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے اندر حدیث مرفوع سے ہے انکے اجتہاد سے نہیں جو لوگوں نے اسے سمجھا ہے۔ ھکذا امرنا رسول اللہ ﷺ کا مشار الیہ فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین ہے جو حضرت ابن عباسؓ، مسلم اور دوسری کتب حدیث میں ان الفاظ سے مروی ہے کہ تم روزہ نہ رکھو یہاں تک چاند دیکھو اور افطار نہ کرو یہاں تک چاند دیکھو اگر چاند تم پر مخفی ہو جائے تو گنتی کا شمار تو پورا کرو، اور یہ کسی علاقے کے ساتھ انفرادا خاص نہیں بلکہ یہ خطاب مسلمانوں میں سے ہر اس کے لئے ہے جو اسکی صلاحیت رکھتا ہو، پس اس حدیث سے استدلال ایک شہر کی رؤیت کا دوسرے شہر کے لئے حجت نہ ہونے کے بجائے ایک شہر کی رؤیت دوسرے بلاد کیلئے حجت ہونے میں زیادہ واضح ہے اس لئے کہ جب ایک شہر والے چاند کی رؤیت کریں تو گویا کہ تمام مسلمانوں نے چاند دیکھا تو دیکھنے والے کے علاوہ پر وہ حکم لازم ہوگا جو ان کے دیکھنے والوں پر ہوا ہے۔ اگر بالفرض اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ (ھکذا امرنا) کا اشارہ عبداللہ بن عباسؓ کے کلام میں اس طرف ہے کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کیلئے لازم نہیں، تو علامہ شوکانیؒ اسکے جواب میں فرماتے ہیں: "لو سلم توجه الاشارة فی کلام ابن عباسؓ الی عدم لزوم رؤیة لاهل بلد آخر لکان عدم اللزوم مقیدا بدلیل العقل وهو ان یکون بین القطرین (البلدین) من البعد ما یجوز معه اختلاف المطالع وعدم عمل ابن عباسؓ برؤیة اهل الشام مع عدم البعد الذی یمکن معه الاختلاف فی محل الاجتهاد ولیس بحجة" (نیل الاوطار ۴: ۲۰۶)

ترجمہ: "اگر عبداللہ بن عباسؓ کے کلام میں اشارہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے کیلئے عدم لزوم کی طرف تسلیم کیا جائے تو اس میں عدم لزوم کو دلیل عقل کے ساتھ مقید کرنا لازم آئے گا اور وہ یہ کہ

دو شہروں میں اتنا بعد ہو کہ وہاں تک اختلاف مطالع متحقق ہو جائے، جب کہ عبداللہ بن عباسؓ کا اھل شام کی رؤیت پر عمل کرنا باوجود اسکے کہ وہاں تک اتنا بعد بھی نہیں جو اختلاف مطالع تک پہنچ سکے تو یہ حجت نہیں۔" یہ توجیہ تو ان حضرات کیلئے کافی ہے جو اختلاف مطالع کے اعتبار کو بلاد بعید میں مانتے ہیں۔ قریب میں نہیں مانتے، لیکن جو حضرات ہر شہر کیلئے اپنی اپنی رؤیت کے قائل ہیں تو وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں عدم لزوم رؤیت مقید بالعقل نہیں ہر ایک شہر والوں کے لئے اپنی رؤیت کافی ہے دوسرے کی رؤیت پر اکتفاء کرنا صحیح نہیں، چاہے شہروں میں بعد پایا جاتا ہو یا نہ اور یہی عبداللہ بن عباسؓ کے قول ھکذا امرنا رسول الخ سے مراد ہے۔

چنانچہ علامہ شوکانیؒ اس کے بارے میں بھی فرماتے ہیں :"ولوسلم عدم لزوم التقيدبالعقل فلايشك عالم ان الادلة قاضية بان اهل الاقطار يعمل بعضهم بخيربعض وشهادته فى جميع الاحكام الشرعية والرؤية من جملتهاوسواء كان بين القطرين من البعدمايجوز معه اختلاف المطالع ام لافلايقبل التخصيص الابدليل لميأت ابن عباس بلفظ النبىﷺ ولابمعنى لفظه حتى ننظرفى عمومه وخصوصه انماجاء نا بصيغة مجملة اشاره بهاالى قصة هى عدم العمل اهل المدينة برؤية اهل الشام على تسليم ان ذلك المرادولم نفهم منه زيادة على ذلك حتى نجعله مخصصالذلك العموم (نیل الاوطار : ۴/۲۰۶)

ترجمہ :"اگر عدم لزوم تقید بالعقل کو تسلیم کیا جائے تو کسی سمجھدار کو اس میں کوئی شک نہیں کہ ادلہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دنیا والے ایک دوسرے کی اطلاعات اور شہادت پر تمام احکام شرعیہ میں عمل کرتے ہیں اور رؤیت کا مسئلہ بھی ان ہی احکامات میں سے ہے، چاہے دونوں شہروں میں مسافت دور کا ہو جسمیں اختلاف مطالع ممکن ہو یا نہ ہو، پس کسی چیز کی تخصیص علاوہ دلیل کے قبول نہ کی جائے گی، جبکہ عبداللہ بن عباسؓ نے تقلید کیلئے نبی کریم علیہ ﷺ کے الفاظ پیش کیے ہیں (تقیدہ) کے ہے اور نہ معنی اور مفہوم ذکر کیا تاکہ ہم اسکے عموم اور خصوص پر نظر رکھیں، بلکہ آپؓ نے ایک مجمل صیغہ ذکر کیا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اھل مدینہ نے اھل شام کی رؤیت کو

تسلیم نہ کیا اور اس پر عمل نہ کیا اس کے علاوہ اور کچھ ہمارے ذہن میں نہیں آتا جس سے ہم اس عموم کی تخصیص کریں۔ علامہ شوکانیؒ کا قول اگر چہ وزنی ہے مگر ان لوگوں کے لیے ہے جو قول صحابی کو حجت نہیں مانتے البتہ احناف چونکہ صحابہ کے اقوال کو حجت مانتے ہیں اس لیے انکے ہاں اس روایت کا جواب یہ نہیں بلکہ آئندہ آنے والے ہیں۔

(۲)۔ چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: "وھوالمنطبق علی قواعدناومنھاان قول الصحابی حجة عندنا ان واقعة حال ولم ینکشف اجماله فلم یعلم ان ابن عباس بأی وجه ترک فیحتمل ان عدم قبوله شهادة کریبؓ ونقله لروية معاوية لعدم تحقق شرائط القبول المفصلة فی الفروع فانه اذالم یکن غیم لایقبل قول واحدمثلا فلایمکن الاستدلال به (اعلاء السنن ۹/ ۱۰۳)

ترجمہ: "اگر چہ یہ روایت ہمارے قواعد پر منطبق ہے کہ صحابی کا قول ہمارے ہاں حجت ہے، یہ حالی واقعہ سے اجمال منکشف نہیں ہوتا اور اسکی کوئی معلومات نہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ نے کیوں اس شہادت کو چھوڑ دیا، پس اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت کریبؓ کی شہادت اور حضرت معاویہؓ کی رؤیت کو اس لئے چھوڑ دیا کہ اس میں فروع کے اندر قبولیت کی شرائط متحقق نہ تھیں، اس لئے کہ جب آسمان ابر آلود نہ ہو تو ایک شخص کی گواہی قبول نہ ہو گی پس اس سے استدلال ممکن نہیں۔ اس لئے کہ جب آسمان کا مطلع صاف ہو کوئی گرد و غبار نہ ہو تو گواہوں کے جم غفیر کا ہونا ضروری ہے۔ صرف ایک یا دو اشخاص کے دیکھنے سے رؤیت ثابت نہ ہو گی چونکہ یہاں پر بھی حضرت کریبؓ فرد واحد تھے اور ممکن ہے کہ مدینہ منورہ کا مطلع اس وقت صاف تھا اس لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے انکی شہادت کو قبول نہ فرمائی۔

(۳)۔ حضرت العلامہ شیخ الھند مولانا محمود الحسنؒ کا جواب جس کو علامہ عثمانیؒ نے نقل کیا ہے:

"اجاب شیخناالمحمودعن حدیث کریبؓ! بان غرض ابن عباسؓ لیس ردشهادة کریب مطلقاً فی حق ثبوت الصیام بهابل المقصود نفی الاکتفاء بهافی حق الفطرکمایظهرمن قوله فلانزال نصوم حتی نکمل ثلاثین اونراه"

(فتح الملہم ۳/ ۱۱۴)۔ ترجمہ "کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی غرض حدیث کے باب میں مطلقاً حضرت کریبؒ کی شہادت کو رد کرنا مقصود نہیں تھا کہ اس سے روزے کا وجوب ثابت نہ ہو گا بلکہ آپؓ کا مقصد اس سے یہ تھا کہ ایک آدمی کی شہادت سے افطار کا ثبوت نہیں ہوتا اور یہ بات آپؓ کے قول فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین اونراہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ جواب کئی وجوہ سے واضح ہے:

(۱)۔ یہ شہادت افطار کیلئے تھی اور عید کیلئے مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں بھی کم از کم دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے ایک گواہ کی گواہی سے افطار ثابت نہیں ہوتا۔

(۲)۔ اگرچہ لوگوں نے ایک گواہ کی گواہی پر روزہ رکھا ہو تو تیس دن پورے ہونے پر افطار نہ کریں جب تک چاند نہ دیکھیں، اس لیے کہ یہ شہادت رمضان کے ثبوت کیلئے حجت ہو سکتی ہے لیکن افطار کے ثبوت کے لئے ناکافی ہے۔ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"ألا ترى انه لوشهدوحده مقصودالاتقبل بخلاف ماذا صاموا بشهادة شاهدين لان نهما شهادة على الصوم والفطر جميعا" (بدائع الصنائع)

ترجمہ: کیا تمھیں علم نہیں کہ اگر کوئی ایک گواہ فطر کی گواہی دے تو اسکی گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا بخلاف دو گواہوں کے جب وہ ثبوت رمضان کے لئے گواہی دیں، اس لئے کہ یہ دونوں گواہ عید و رمضان دونوں کیلئے کافی ہیں۔ یعنی اگر ان دو گواہوں کی شہادت سے رمضان کا ثبوت ہو گیا ہو تو تیس دن مکمل کرنے کے بعد بغیر رؤیت ھلال کے عید منانا جائز ہے۔ البتہ اگر آسمان ابر آلود ہو تو علامہ ابن الکمام کی ذکر کردہ تصریح کے مطابق کہ اس صورت میں بالاتفاق عید منانا جائز ہے۔ (فتح الملہم ۳/ ۱۱۴)۔

(۳)۔ علامہ ابن ھمامؒ کا جواب: فرماتے ہیں اگر ھذا کا اشارہ اس واقعہ کی طرف ہو جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت کریبؒ کے مابین پیش آیا تھا تو "لادليل فيه لانه مثل ماوقع من كلامه لووقع لنالم نحكم به لانه لم يشهدعلى شهادة غيره ولاعلى حكم الحاكم" (فتح القدیر ۲/ ۲۴۳)۔ ترجمہ: "اس واقعہ میں کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ جو واقعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے پیش آیا ہے ہمارے سامنے پیش آئے تو ہم اس پر حکم نہیں دینگے اس

لئے کہ حضرت کریبؓ نے نہ غیر کی شہادۃ پر گواہی دی اور نہ حاکم کے حکم پر گواہی دی تھی۔

(۵)۔ اور علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں :

"فلادليل فيه لانه لم يشهد على شهادة غيره ولا على حكم الحاكم ولئن سلم فلانه لم يأت بلفظ الشهادة ولئن سلم فهوواحد لايثبت بشهادته وجوب القضاء على القاضي"۔(البحرالرائق ۲/ ۲۷۰)(ترجمہ :اس واقعہ میں اس باب کی کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ حضرت کریبؓ نے نہ غیر کی گواہی پر شہادت دی اور نہ حاکم کے حکم پر گواہی دی اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو انہوں نے اسمیں لفظ شہادۃ نہیں کہا اگر اسکو بھی تسلیم کر لیا جائے تو وہ اس میں اکیلے تھے جسکی شہادت سے قاضی پر قضاء کرنا واجب نہیں ہوتا۔ علامہ ابن ہمامؒ اور علامہ ابن نجیمؒ ان دونوں محققین فقہاء کرام نے اس روایت کا تین وجوہ سے جواب دیا جو عبارت سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔

(۷)۔ اس میں ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ حضرت عباسؓ کے نزدیک اگرچہ اختلاف مطالع معتبر نہیں تھا اور شام کی رویت مدینہ منورہ کیلئے کافی ہو سکتی تھی لیکن چونکہ خبر دینے والے صرف حضرت کریبؓ تھے اور نصاب شہادت موجود نہ تھا اس لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اسے قبول نہ کیا۔ (درس ترمذی ۳/ ۵۳۴)۔

فقیہ العصر شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اس جواب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر اس پر یہ اشکال کیا جائے کہ رمضان کے مہینے کے ثبوت کیلئے ایک گواہ بھی کافی ہے تو عبداللہ بن عباسؓ کو حضرت کریبؓ کی شہادت پر عمل کرنا چاہئیے تھا اگرچہ وہ اکیلے تھے۔ فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اگرچہ رمضان کے چاند کا معاملہ تھا لیکن چونکہ گفتگو مہینہ کے آخر میں ہو رہی تھی اس لئے اس سے عید کا مسئلہ متعلق ہو گیا تھا اور اس میں ایک شخص کی خبر یا شہادت کافی نہ تھی اور یہاں چاند کی خبر دینے والے صرف حضرت کریبؓ تھے۔ (درس ترمذی ۲/ ۵۳۵)

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆